مدارس کے نظام ونصابِ تعلیم کی برکات

عربی مدارس نے دیا ہے اور دے بھی رہے ہیں

جناب ڈاکٹر محمد مسعود عالم قاسمی

مضمون نگار چونکہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ بھارت کے شعبہ سنی دینیات کے ناظم ہیں انھوں نے یہ مضمون بھارت کے مدارس اور حالات کے پس منظر میں لکھا ہے لیکن برصغیر کے تمام مدارس کا طرز، اسلوب، ثمرات ونتائج یکساں ہیں، مضمون میں ان مدارس کے ثمرات وفوائد کو اُجاگر کیا گیا ہے۔(ادارہ)

اس وقت دنیا میں دینی مدارس اوران کے فارغین کا رول موضوع بحث ہے۔امریکہ نے ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر حملے کے بعد جس طرح مسلم ممالک اوران کے دینی تعلیمی نظام کا نشانہ بنایا ہے، اس کے نتیجے میں ہر جگہ دینی مدارس کے رول پر سوالیہ نشان لگانے کی کوشش کی جارہی ہے۔مدارس اسلامیہ کو منفی خدمات انجام دینے والے اداروں کی حیثیت سے پیش کیا جارہا ہے۔خود ہندوستان میں حکومت، ذرائع ابلاغ اور ہندو احیاء پرست تنظیمیں مدارس کے کردار کو اپنے اپنے حوصلہ اور طریقے سے شکوک وشبہات کے دائرہ میں گھسیٹنے کی کوشش کررہی ہیں اور مدارس کے نظام کو سیکولر نظام سے ہم آہنگ کرنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔اس طوفان میں مدارس کے اس تاریخی کردار کو یکسر نظرانداز کردیا گیا ہے، جو ملک کی آزادی میں اور خود ملک وملت کی تعمیر میں موجزن ہے، اگر انصاف پسندی کا راستہ اختیار کیا جائے تو واضح ہوگا کہ مدارس اسلامیہ اوران کے فضلا نے براہِ راست یا بالواسطہ بھارت کی تعمیرنو میں ایک خاموش مگر فعال عنصر کی حیثیت سے کام کیا ہے۔بطورِ مثال بعض پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

ملک کی شرح خواندگی میں پچھلے سالوں میں اضافہ ہوا ہے۔حکومت ہند نے شرح خواندگی کی تحریک پر بڑی رقم اور افرادی قوت صرف کی ہے۔غیر سرکاری تنظیموں کی مالی امداد کرکے بھی اس تحریک کو آگے بڑھایا ہے۔سرکاری اسکولوں اور غیر رسمی تعلیم گاہوں اور کالجوں کا بھی اس میں دخل رہا ہے، مگر حکومت کی مالی امداد اور تعاون سے محروم رہ کر دینی مدارس نے اپنے اپنے مکاتب اور معلمین کے ذریعہ خواندگی کی تحریک کو بڑے پیانے پر تقویت بخشی ہے، بلکہ انتہائی پسماندہ گاؤں تک میں جہاں اسکول، کالج، ہسپتال، بجلی اور سڑک کی سہولت مہیا نہیں ہے، مدارس اور مکاتب نے علم کا چراغ جلا کر جہالات کو دور کرنے کی سعی کی ہے، اگر موازنہ اس بات کا کیا جائے کہ حکومت نے اپنے وسائل

خرچ کر کے خواندگی کی تحریک میں کیا نتیجہ حاصل کیا ہے اور مدارس نے ان وسائل سے بے نیاز ہو کر کیا نتیجہ حاصل کیا ہے، تو مدارس کا حاصل نتیجہ یقیناً حوصلہ افزا ہوگا۔

شرح خواندگی کا ایک اہم پہلو خواتین کی خواندگی سے متعلق ہے۔ ۱۹۰۱ء کی مردم شماری میں ہندوستان میں خواتین کی تعلیم ایک فیصد سے کم تھی۔ ۱۹۳۱ء میں صرف تین فیصد تک پہنچی، مگر ۲۰۰۱ء میں خواتین کی شرح خواندگی ۵۴ فیصد تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خواتین کے اسکولوں، کالجوں اور غیر رسمی درس گاہوں کا اس میں اہم رول رہا ہے...... مگر خواتین میں اس شرح خواندگی کے پیچھے ان مدارس کا بھی اہم رول ہے، جو خالص طور پر لڑکیوں کی تعلیم کا انتظام کرتے ہیں۔ بیسویں صدی کے ربع آخر میں لڑکیوں کی دینی درس گاہیں ملک کے طول وعرض میں کھل چکی ہیں۔ ان کی شرح خواندگی کے اضافہ میں مؤثر کردار ہے، اور یہ رجحان برابر بڑھتا جارہا ہے۔ اسے ہم کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔

حکومتِ ہند مشرقی زبانوں کے فروغ کے لیے رقم خرچ کرتی ہے۔ اس سلسلے میں لسانیت کے متعدد مرکزی اور صوبائی ادارے کام کر رہے ہیں۔ اس کے لیے حکومت دوسرے ممالک سے بھی گرانٹ حاصل کرتی ہے، مگر ان ساری کوششوں اور سارے مراکز نے مل کر مشرقی زبانوں کو جیسا فروغ دیا ہے، اس سے کہیں زیادہ مدارس اسلامیہ نے فروغ دیا ہے۔ خاص طور پر عربی، فارسی اور اردو زبانوں کی ترویج واشاعت دینی مدارس سے وابستہ ہے۔ ان مدارس نے ان زبانوں کے واقفین اور ماہرین کی بڑی کھیپ تیار کی ہے، اگر مدارس کے فضلا اور کالجز کے تعلیم یافتہ کی صلاحیت وخدمات کا تقابل کیا جائے تو واضح فرق محسوس ہوگا۔ صورتِ حال یہ ہے کہ عربی زبان وادب کے ماہرین کی غالب اکثریت فضلاء مدارس پر مشتمل ہے۔ یہاں تک کہ ہندوستان کی یونی ورسٹیوں میں عربی کے جو شعبے قائم ہیں، ان میں بیشتر کے سربراہ مدارسِ اسلامیہ کے فارغین ہیں، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اردو، عربی، فارسی کی اشاعت مدارسِ اسلامیہ کے دم سے قائم ہے۔

حکومتِ ہند عرب ممالک میں اپنی پوزیشن واضح کرنے کے لیے جو عربی نشریات پیش کرتی ہے، خواہ وہ ریڈیو کی نشریات ہوں یا مجلہ الثقافة الهندية کی، ان سب کے لیے مدارسِ دینیہ کے فضلاء کی خدمات لی جاتی ہیں۔

حکومت کے ثقافتی مراکز جہاں عربی وفارسی کے مخطوطات، مکتوب وفرامین وغیرہ تدوین وتحقیق سے متعلق علمی کام انجام پائے ہیں، مدارس دینیہ کے فضلاء ان میں کلیدی رول ادا کرتے ہیں۔

مختلف مواقع پر حکومت مشرقِ وسطیٰ اور مسلم ممالک میں خیر سگالی کے وفود ارسال کرتی ہے۔ اس کی نمائندگی میں فضلاء مدارس کا بھی بڑا دخل ہے، جو اپنی ملازمت کے سلسلے میں عرب ممالک کے مختلف علمی، ثقافتی، اشاعتی اور اقتصادی اداروں سے وابستہ ہیں۔ پڑوسی ملک پاکستان نے بعجہ ہندوستان کی جو تصویر پیش کی ہے، اس کے مقابلے میں ہندوستانی فضلاء مدارس اپنے ملک کی بہتر اور باوقار تصویر پیش کرتے ہیں اور ہندوستان علوم دینیہ کے گہوارہ کے

طور پر جانا پہچانا جاتا ہے۔ اس کی ایک نمایاں مثال یہ ہے کہ ۱۱ستمبر کو امریکہ پر حملہ کے بعد جب صدر بش نے مسلم ممالک کو اپنی جارحیت کا نشانہ بنایا اور دوسری طرف امریکہ میں مقیم مسلمانوں سے رابطہ کیا تو بش کی غلط فہمیاں دور کرنے اور اسے مسلمانوں کی حقیقی پوزیشن سے آگاہ کرنے میں جن دانشوروں نے اہم رول ادا کیا، ان میں ایک ڈاکٹر مزمل صدیقی ہیں، جو ثانوی درس گاہِ اسلامی رامپور کے تعلیم یافتہ ہیں۔

ہندوستانی فضلاء مدارس نے دوسرے ملکوں میں اپنی لیاقت سے فیض رسانی کا بھی کام کیا ہے۔ مالدیپ کے چیف جسٹس دینی درس گاہ کے تربیت یافتہ اور ماریشیس کے قاضی کا تعلق دینی درس گاہ سے ہے۔ یہاں تک کہ امریکہ، برطانیہ اور افریقہ اور یورپی ممالک کی یونی ورسٹیوں میں علوم شرقیہ کی تعلیم فضلاء مدارس ہی انجام دے رہے ہیں۔

مدارسِ دینیہ کی خدمات کا اہم حصہ یہ بھی ہے کہ ان کے بڑے مدارس میں افریقی اور ایشیائی ملکوں کے طلبا بڑی تعداد میں ہیں اور سند فضیلت حاصل کر کے جب اپنے ملکوں کو واپس جاتے ہیں، تو ہندوستانی زبان وتہذیب اور ثقافت کے ساتھ ہندوستان کی ایک بہتر تصویر پیش کرتے ہیں اور اپنے ملکوں میں وہ ہندوستان کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ ماضی قریب میں انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ، سری لنکا، مالدیپ، بنگلہ دیش، نیپال، فلسطین، ساؤتھ افریقہ، فیجی وغیرہ کے طلبا کی بڑی تعداد مرکزی مدارس کا رُخ کرتی رہی ہے۔

مدارس کے علماء کی خدمات کا تعلق ملک کے داخلی امن وانتظام سے بھی کسی حد تک جڑا ہوا ہے۔ فسادات اور ہنگامی حالات میں جب ضلع انتظامیہ اور مقامی پولیس کو امن عامہ بحال کرنے میں مسلم طبقہ کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ بلا تکلف شہر کے مفتی، قاضی اور عوامی مراجعت رکھنے والے علماء سے رجوع کرتی ہے اور وہ امن عامہ کی بحالی میں اپنے اثرات اور خدمات کا استعمال کرتے ہیں۔ یہ ساری شخصیات فضلاء مدارس کی ہوتی ہیں۔

اسی طرح فوج میں مسلم فوجیوں کی مذہبی ضرورت کی تکمیل کے لیے حکومت مذہبی رہنما کا تقرر کرتی ہے۔ یہ مولوی ہوتے ہیں اور مدارسِ دینیہ کے فارغ ہوتے ہیں۔ یہ نہ صرف نماز، روزہ اور بنیادی مذہبی خدمات انجام دیتے ہیں، بلکہ فوج کو مسلم معاشرہ کے نشیب وفراز سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔ یہی خدمات پیرا ملٹری فورسز میں بھی غیر رسمی بنیاد پر انجام دی جاتی ہیں اور اسے فضلاء مدارس انجام دیتے ہیں۔

ہندوستان توہمات وخرافات سے گھرا ہوا ملک ہے۔ یہاں بھوت پریت اوران دیکھی آفات پر کثرت سے لوگ اعتماد کرتے ہیں۔ اس کا نقصان یہ ہوتا ہے کہ وہ جان ومال کی بے جا قربانی دیتے ہیں، یہاں تک کہ بعض نوجوانوں نے اپنی ماں کو ڈائن سمجھ کر ذبح بھی کر دیا ہے اور بہت سوں نے اپنے بچوں کو قربان کر دیا ہے۔ مدارسِ نے گاؤں گاؤں تک توہمات کے جالے صاف کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بیماری وآزادی میں وہ دعا تعویذ ضرور کرتے ہیں، مگر ایسے توہم سے عوام کو بچاتے ہیں، جو ان کے دین ودنیا کے لیے مضرت رساں ہوتے ہیں۔

مدارس کے ان علماء سے صرف مسلم عوام ہی رجوع نہیں کرتے بلکہ مقامی غیر مسلم مرد وخواتین بھی رجوع کرتے ہیں۔ مدارسِ دینیہ اپنے طلبا میں کفایت شعاری، قناعت کے ساتھ محنت اور ریاضت کی عادت ڈالتے ہیں۔ مدارس سے فارغ ہوکر جب ان کے طلبا کالج اور یونی ورسٹی کا رُخ کرتے ہیں تو اپنی اس ریاضت کی بدولت اچھے نتائج پیدا کرتے ہیں اور اعلیٰ عہدوں تک پہنچ جاتے ہیں۔ ہندوستان کی مرکزی یونی ورسٹیوں میں اردو، فارسی، عربی، اسلامیات، ایشیائی مطالعات کی صدارت اور چیئرمین کی کرسیوں کو بڑی تعداد میں مدارس کے فضلا نے زینت بخشی ہے، بلکہ فیکلٹیوں کے ڈین بھی بہت سے فارغین مدارس مقرر کیے گئے ہیں۔ یہاں تک کہ بعض یونی ورسٹیوں کے وائس چانسلر بھی مدارس کے تعلیم یافتہ مقرر ہوئے ہیں۔ ماضی قریب میں دو مثالیں ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ ایک کشمیر یونی ورسٹی جس کے وائس چانسلر پروفیسر مشیر الحق مرحوم مقرر ہوئے، جنھوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی تھی اور دوسرے متھرا یونی ورسٹی دربھنگہ کے وائس چانسلر پروفیسر عبدالمغنی مقرر ہوئے، انھوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں تعلیم پائی تھی، بلکہ دلچسپ بات تو یہ ہے کہ فضلاء مدارس نے پولیس اور انتظامیہ میں بھی اپنا وجود ثابت کیا ہے۔ ان میں بعض ایس پی بعض ایس ایس پی اور بعض آئی جی کے عہدوں تک پہنچے ہیں اور اپنی مضبوط وطنی وابستگی کا لوہا منوایا ہے۔

دینی مدارس اور ان کے فضلا نے دینی علوم کے علاوہ سیکولر وسائنسی علوم میں بھی پیش رفت کی ہے۔ میڈیکل سائنس کے متوازی، طب یونانی نے ہندوستان کے طول وعرض میں اپنا ایک مقام بنایا ہے۔ اگر انجکشن اور ایکسرے کے جدید ٹیکنالوجی سے صرف نظر کیا جائے تو جسمانی امراض کا مؤثر اور دوررس علاج طب یونانی میں دستیاب ہے۔ طب یونانی کو فروغ دینے میں حکماء کی جو عام طور پر مدارس کے فضلاء ہیں زبردست خدمات ہیں۔ خاص طور پر امراض قلب جگر اور فسادِ معدہ وامعاء میں طبی علاج کا کوئی بدل نہیں ہے۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ جن یونی ورسٹیوں میں طبیہ کالج کا نظام ہے، وہاں بھی مدارس کے فضلاء نمایاں خدمات انجام دیتے ہیں اور ان کی مہارت تسلیم کی جاتی ہے۔

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم اگرچہ اسلامیات، لسانیات اور منطق وفلسفہ پر منحصر ہوتا ہے مگر ان کے فضلاء نے جدید سائنس کی تعلیم حاصل کر کے وہاں بھی اپنے جوہر دکھائے ہیں، چنانچہ باٹنی، زولوجی اور کیمسٹری جیسے ٹھیٹھ سائنسی مضامین میں بعض فضلاء مدارس نے اپنی کاوشوں سے رنگ دکھایا ہے کہ وہ ان شعبوں کے سربراہ بھی مقرر ہوئے ہیں۔ راقم کے حلقہ احباب میں بھی بہت سے ایسی شخصیات ہیں جو مذکورہ مضامین میں مہارت رکھتی ہیں اور ان کے پس منظر میں دینی درس گاہوں کی تربیت کارفرما ہے۔ سوشل سائنس میں تاریخ، فلسفہ، سماجیات کے علاوہ معاشیات کے شعبہ میں فضلاء مدارس نے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ مثال کے طور پر مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے شعبہ معاشیات سے وابستہ اور کنگ عبدالعزیز یونی ورسٹی جدہ میں معاشیات کی تعلیم دینے والے تینوں اساتذہ پروفیسر

نجات اللہ صدیقی اور پروفیسر فضل الرحمٰن فریدی کا تعلق ثانوی درس گاہ اسلامی رامپور سے رہا ہے جب کہ ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی مدرسۃ الاصلاح اعظم گڑھ کے فاضل ہیں۔ اسی طرح بھاگل یونی ورسٹی کے معاشیات کے پروفیسر اظہار الحق اور پٹنہ یونی ورسٹی میں معاشیات کے پروفیسر عبدالمعز کا تعلق رامپور کی درس گاہ اسلامی سے رہا ہے۔ ملیشیا کی بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی کے معاشیات کے استاد ڈاکٹر طاہر بیگ کا تعلق بھی اسی درس گاہ سے ہے، اگر تاریخ وفلسفہ اور سماجیات کو جوڑا جائے تو یہ فہرست خاصی طویل ہوجاتی ہے۔

قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ مدارسِ دینیہ کے فضلاء نے میڈیا میں بھی اثر ونفوذ کی راہیں تلاش کی ہیں اور اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھائے ہیں۔ پرنٹ میڈیا میں رسالوں کی ادارت سے لے کر اخبارات کی نمائندگی اور خبر رساں ایجنسیوں میں اپنی خدمات کے حوالے سے وہ مقبول ہوئے ہیں اور صرف ہندوستان میں ہی نہیں بلکہ بیرونِ ہند بھی ان کے صلاحیتوں پر اعتماد کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر رابطہ عالمِ اسلامی کے انگریزی جرنل آف ورلڈ لیگ کے ایڈیٹر جناب ابرار احمد اصلاحی اور معاون ایڈیٹر فضل اقدس غزالی، دونوں ہندوستانی مدارس کی پیداوار ہیں۔ الیکٹرانک میڈیا میں بھی فضلاء مدارس اپنا وجود ثابت کررہے ہیں۔ چنانچہ زی ٹی وی، یواین آئی، اردو دہلی دوردرشن، آل انڈیا ریڈیو، جدہ ریڈیو اور زی ٹی وی میں نمائندے اور نیوز پروڈیوسر اور پروگرامر کی حیثیت سے فضلاء مدارس موجود ہیں اور یہ تعداد دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ مدارسِ اسلامیہ کا اصل مقصد دینی علوم کی اشاعت اور دینی ورثہ کی حفاظت ہے۔ اس لیے وہ شہر سے لے کر گاؤں کی سطح تک اپنی محنتوں اور خدمتوں کا سلسلہ قائم کیے ہوئے ہیں۔ ذرا یہ بھی سوچیے کہ حکومت سے ان کو امداد نہیں ملتی، دانشوران کو تنقید کا نشانہ بناتے ہیں، مگر اس کے باوجود وہ اپنی راہ پر استقامت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں اور بچوں کی ذہانت وصلاحیت کو راہ دکھانے میں لگے رہتے ہیں، اگر ان کی خدمات وہ فائدے بھی پہنچ رہے ہیں، جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے تو اہلِ وطن کو مدارسِ اسلامیہ کو خوش آمدید کہنا چاہیے اور ان کی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اگر زمانے کے مطابق اپنے مقصد پر باقی رہتے ہوئے تعمیر وترقی کا کوئی مثبت مشورہ اور پروگرام دیا جاسکتا ہے، تو مدارس کے ظرف اور وسائل کو پیشِ نظر رکھ کر ہی دیا جانا چاہیے۔ مقصد سے ہم آہنگ ہر وہ مشورہ قابلِ قبول ہوگا، جس کی بنیاد نیک نیتی پر ہوگی اور جو تعمیر وترقی کی سمت دکھاتی ہو اور کمیوں کی تلافی کرتی ہو۔ مدارس کے نظامِ تعلیم نے مقصدیت، وابستگی، عزیمت، بے لوثی اور قربانی کی جو مثال پیش کی ہے، وہ عصری اور سیکولر نظامِ تعلیم میں غالباً مفقود ہے۔ طریقۂ کار کو بہتر بنانے کی گنجائش بہرحال موجود ہے اور اس کے لیے مدارسِ دینیہ کو بھی اپنے ذہنوں کی کھڑکیاں تازہ ہواؤں کے لیے کھلی رکھنی چاہئیں۔

☆☆☆